بفیضانِ نظر

قدوۃ السالکین قاسمِ فیضانِ نبوت سلطانِ نیروی حضرت خواجہ

پیر غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

دربارِ عالیہ نیریاں شریف کا واحد نمائندہ

مجلہ شیخ العالم نیریاں شریف

شمارہ نمبر 2 2018 محرم الحرام 1440

بفیضانِ کرم

آفتابِ علم و حکمت واقفِ رموزِ حقیقت حضرت علامہ

پیر محمد علاؤالدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

آستانہ عالیہ نیریاں شریف آزاد کشمیر

ڈاکٹر پیر محمد سلطان العارفین صدیقی الازہری صاحب مدظلہ العالی

مدیرِ اعلیٰ

حافظ محمد عبدالوثیق صدیقی

قیمت شمارہ

15 روپے

اس شمارے میں

ناشر

شیخ العالم پبلی کیشنز فیصل آباد

دربار عالیہ نیریاں شریف تراڑ کھل آزاد کشمیر

ملنے کے پتے

1. جامع مسجد محی الدین سدھار سبزی منڈی فیصل آباد 0321-6123199, 0300-6110545
2. احسان سنٹر سیکنڈ فلور منشی محلہ گلی نمبر 7 جھوآ بازار فیصل آباد 0321-6012424
3. جنڈوالا کارخانہ لال ملز چوک ٹاور والی گلی گودام نمبر 2 فیکٹری ایریا فیصل آباد محمد صفدر صدیقی 0312-9658338 , 041-2633244

حمدِ باری تعالیٰ

نتیجۂ فکر: جناب خالد شفیق صاحب

لطفِ پروردگار بسم اللہ
سَربسر نُورِ بار بسم اللہ

باعثِ صد قرار بسم اللہ
پڑھیۓ لیل و نہار بسم اللہ

آئینہ دار اسم اعظم ہے
نعتِ بے شمار بسم اللہ

لوحِ محفوظ کی جبینِ حسیں
تجھ سے ہے زَرِ نگار بسم اللہ

سنگِ بنیاد قصر عزمِ صمیم
روشنی شعار بسم اللہ

حسنِ تدبیر کار سے پہلے
کہیے بے اختیار بسم اللہ

روح ایمان و قاطع اوہام
مَرہم دل فگار بسم اللہ

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ڈاکٹر محمد فاروق بھٹی

یوں ہی تو رحمتِ عالم انہیں خطاب ملا
خدا سے رحم و کرم ، حِلم بے حساب ملا

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پڑھا کلمہ پہلی دعوت پر
شعورِ ذاتِ مبارک تھا لا جواب ملا

عمر رضی اللہ عنہ کے واسطے دل میں ہوئی تھی خواہش ہی
وہ آیا قدموں میں آ کر اُنہیں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شتاب ملا

کہ فارسی رضی اللہ عنہ کی تگ و دو بھی ایک قصہ ہے
جو چہرہ دیکھا تو برسوں کا اُن رضی اللہ عنہ کو خواب ملا

رہے گا تا بہ ابد روشنی کا یہ منبع
یہ ایک ایسا زمانے کو آفتاب ملا

شانِ اہلِ بیت

تبرکات مولانا حسن رضا خاں صاحب بریلوي رحمة الله علیه

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوانِ اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہل بیت

اُن کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہل بیت

اُن کے گھر میں بے اجازت جبرائیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہل بیت

رزم کا میدان بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق
کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ اہل بیت

حوریں کرتی ہیں عروسانِ شہادت کا سنگار
خوبرو دولہا بنا ہے ہر جوانِ اہل بیت

جمعہ کا دن ہے کتابیں زیست کی طے کرکے آج
کھیلتے ہیں جان پر شہزادگانِ اہل بیت

اے شبابِ فصلِ گل پہ چل گئی کیسی ہوا
کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستانِ اہل بیت

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
دن دہاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہل بیت

خاک پر عباس و عثمانِ علم بردار ہیں
بے کسی اب کون اُٹھائے گا نشانِ اہل بیت

فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہل بیت

کس مزے کی لذتیں ہیں آبِ تیغِ یار میں
خاک وخون میں لوٹتے ہیں تشنگانِ اہل بیت

باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
اے زہے قسمت تمہاری کشتگانِ اہل بیت

حوریں بے پردہ نکل آئی ہیں سر کھولے ہوئے
آج کیسا حشر ہے یارب میانِ اہل بیت

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہل بیت

سر شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
اور اونچی کی خدا نے قدر و شانِ اہل بیت

دولتِ دیدار پائی خاک جانیں بیچ کر
کربلا میں خوب ہی چمکی دکانِ اہل بیت

زخم کھانے کو تو آبِ تیغ پینے کو دیا
خوب دعوت کی بلا کر دشمنانِ اہل بیت

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لَعْنَةُ اللهِ عَلَيْكُمْ دُشمنانِ اہل بیت

اے ادب گستاخ فرقہ کو سنا دے اے حسنؔ
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہل بیت

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

اداریہ

تبلیغ دینِ متین اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے علماء مشائخ اہلسنّت نے قریہ قریہ، بستی بستی، شہر شہر، اور پھر پوری دنیا میں دیارِ غیر کے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں اور قرآن و سنت کے نور سے گھر گھر میں اُجالا پھیلانے کے لیے گرانقدر خدماتِ جلیلہ انجام دیں پھر نومسلم حضرات کو اصولِ دین سے روشناس کرانے اور ان کے قلوب کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے دِیپ جلانے اور انہیں عبادت کی عملی تربیت پر چلانے کے لیے دیارِ غیر میں ادارے، مساجد و مدارس اور بے شمار اسلامی سنٹرز قائم کیے، ایسے ہی درویش منش علماء و مشائخ میں شیخ العالم پیرِ طریقت رہبرِ شریعت حضرت العلام پیر خواجہ علاؤالدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ہوتا ہے۔ جنہوں نے برطانیہ کے تمام شہروں اور دیارِ مغرب کے تمام ملکوں کا سفر کیا اور دینِ اسلام کو تحقیقی انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق لوگوں تک پہنچانے کے لیے پاکستان بالخصوص اور دیارِ غیر میں جگہ جگہ یونیورسٹیز، اسلامی مراکز اور مساجد و مدارس قائم کیے۔ مغربی ممالک کے یخ بستہ موسم میں شہر شہر جشن عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس اور اجلاس کا انعقاد کر کے لاکھوں لوگوں کے قلوب و اذہان کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی تپش سے گرما کر رسول اللہ ﷺ کی عنبریں زلفوں کا اسیر بنا دیا۔

عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی شمع فروزاں کرنے کے لیے قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو ادارے اور مراکز قائم کیے اُن میں مساجد، مدارس کے علاوہ یونیورسٹیز، پھر میڈیکل کالجز اور نور ٹی وی کا اجرا کیا جس کے ذریعے وہ ساری زندگی توحیدِ باری تعالیٰ اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے نغمے الاپتے اور دینِ متین کے لیے سعیِ جمیلہ کرتے کرتے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے اللہ تعالیٰ ان کی لحدِ مبارک پر کروڑوں رحمتوں اور انوار و تجلیات کی بارش برسائے۔ آمین۔

قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے جانشینِ اعظم اور نائب حضرت خواجہ ڈاکٹر

پیر محمد سلطان العارفین صدیقی دامت برکاتہم العالیہ نے انہی فیوض و برکات اور تمام اسلامی و تعلیمی مراکز کی سرپرستی اور نگرانی کا بھاری بوجھ اپنے ذمہ کرم پر لیا اور انہی تعلیمی اور روحانی فیضان کی ایک کڑی مجلہ ''شیخ العالم'' کا اجراء ہے جس کا دوسرا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ عقائد کی پختگی اور اعمال کی درستگی کے لیے ہر پیر بھائی اور ہر سنی کو اس شمارہ کی رکنیت اختیار کرنی چاہیے بلکہ ایک سے زیادہ شمارے خرید کر اپنے احباب میں تحفہ تقسیم کرنے چاہیے اور اس کاروانِ عشق و محبت میں شامل ہو کر دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کا سامان مہیا کرنا چاہیے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ بصدقہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔

❁❁❁❁❁

شاہ است حسینؓ پادشاہ است حسینؓ
دیں است حسینؓ دیں پناہ است حسینؓ
سَرداد نداد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لاالٰہ ہست حسینؓ

درسِ قرآن

حافظ عبدالوثیق صدیقی

(گزشتہ سے پیوستہ)

اللہ کی حمد کرنے کے احوال اور اوقات

امام ابوداؤدؒ روایت کرتے ہیں:

''حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کلام کی ابتداء الحمدللہ سے نہیں کی جائے گی وہ ناتمام رہے گا۔'' (سنن ابوداؤد، ج ۲ ص: ۱۰۳)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مہتم بالشان کام کی ابتداء الحمدللہ سے نہیں کی گئی ہو نا تمام رہے گا۔ (سنن ابن ماجہ، ص: ۶۳)

امام احمد روایت کرتے ہیں:

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کا کیسا نصیب رکھا ہے۔ اس کو اگر بھلائی پہنچتی ہے تو اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔'' (مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۲، ۱۷۷، ۱۷۳)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ایک بندہ کا بچہ فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندہ کا بچہ اُٹھالیا؟ وہ کہتے ہیں ہاں اللہ فرماتا ہے، تم نے اس کے دل کا ٹکڑا اُٹھالیا، وہ کہتے ہیں ہاں! اللہ فرماتا ہے میرے بندہ نے کیا کیا؟ وہ کہتے ہیں تیری حمد کی اور انا للّٰہ و انا إلیہ راجعون پڑھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دو

اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔“ (جامع ترمذی ص:۱۶۶)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کھاتے یا پیتے فرماتے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔“ (جامع ترمذی ص۴۹۹)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کھانا کھا کر کہا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھ کو بغیر کوشش اور طاقت کے یہ رزق دیا تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (جامع ترمذی ص:۴۹۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ الحمد للہ کہے۔ (صحیح بخاری ج ۲، ص ۹۸)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ کرتے تو فرماتے اے اللہ میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے نفس پر موت وارد کرنے کے بعد اس کو زندہ کیا، اور اسی کی طرف اُٹھنا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۹۲)

امام احمد روایت کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب کسی ٹیلے یا کسی بلندی پر چڑھتے تو فرماتے اے اللہ ہر بلندی سے زیادہ بلندی تیرے لیے ہے اور ہر حمد سے بالا حمد تیرے لیے ہے۔ (مسند احمد ج ۳، ص ۱۲۷)

(جاری ہے)

درسِ حدیث

خلیفه حاجي عبدالله صدیقي

(گزشتہ سے پیوستہ) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے لیے صرف قرآن کو کافی قرار نہیں دیا بلکہ قرآن کے احکام کے ساتھ ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور اس کے افعال کی اتباع کو بھی لازم قرار دیا ہے اور اس کے اقوال اور افعال کو جاننے کے لیے احادیث کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

احادیث شریفہ کو اگر معتبر نہ مانا جائے تو نہ صرف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی ہدایات سے ہم محروم ہوں گے بلکہ قرآن کریم کی دی ہوئی ہدایات سے بھی ہم مکمل طور پر مستفید نہیں ہو سکیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے قرآن نازل فرمایا لیکن اس کے معانی کا بیان اور اس کے احکام کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کردی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

''وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ'' (النحل:44)

''ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن کریم) نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں سے بیان کریں جو ان کی طرف احکام نازل کیے گئے ہیں۔''

''وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ'' (آل عمران:164)

''اور وہ (رسول) مسلمانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔''

ممکن ہے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ آیات کے معانی کا بیان اور کتاب وحکمت کی تعلیم صرف صحابہ کے لیے تھی تو میں اوّلاً یہ کہوں گا کہ اسلام صرف صحابہ کا نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کا دین ہے، اس لیے جس ہدایت کی انہیں ضرورت تھی، ہمیں بھی ضرورت ہے۔

ثانیاً: صحابہ کرام جب اپنی بلندی مقام اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرب کے باوجود قرآنی احکام کو سمجھنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے محتاج تھے تو بعد کے لوگ تو بدرجہ اولیٰ اس بیان اور تعلیم کی طرف محتاج ہوں گے۔

ثالثاً: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۲﴾ وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ''(الجمعۃ:3،2)

''وہ ذات جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک بڑی شان والا رسول بھیجا، جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور بعد کے لوگوں کو جو ابھی پہلوں کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے۔''

قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی جو تعلیم دی ہے، وہ صحابہ کے لیے بھی ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے بھی، پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا قرآن کریم کی تعلیم دینا اور آیات کے معانی بیان کرنا جس طرح صحابہ کے لیے تھا، اسی طرح قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے بھی ہے اور اگر احادیث کو معتبر نہ مانا جائے تو بعد کے لوگوں کے لیے حضور ﷺ کی تعلیم اور تزکیہ کا کس طرح ثبوت ہوگا اور اس آیت کا صدق کیسے ظاہر ہوگا۔

آپ ہی سوچیے! اگر حضور ﷺ نہ بتلاتے تو ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ لفظ صلوٰۃ سے یہ ہیئت مخصوصہ مراد ہے، مؤذن کی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک نماز اور جماعت کی تفصیل ہمیں کیونکر معلوم ہوتی، اس طرح حج اور عمرہ کا بیان، احرام کہاں سے اور کس دن باندھنا ہے، وقوفِ عرفہ، طوافِ زیارت و وداع، ان تمام احکام کی تفصیل اور تعیین قرآن میں کہیں نہیں ملتی، حد یہ ہے کہ قرآن میں یہ بھی مذکور نہیں کہ حج کس دن ادا کیا جائے، زکوٰۃ کا صرف لفظ قرآن میں مذکور ہے، لیکن عُشر اور زکوٰۃ کی کسی تفصیل کا قرآن میں بیان نہیں، پھر ان کی شرعی ہیئت کذائی جس سے فرائض، واجبات اور آداب کی تمیز ہو، قرآن میں کہیں نہیں ملتی۔ (جاری ہے)

فلسفۂ شہادت

مفتي محمد باغ علی رضوی

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ (البقرۃ: آیت2)

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

شان نزول

اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔ جب میدان بدر میں مسلمان شہید ہوئے تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ فلاں مر گیا وہ اپنی زندگی کی لذتوں سے محروم ہو گیا۔ غیرت الٰہی نے اس کو برداشت نہ کیا کہ جن لوگوں نے اس کے دین کی سربلندی کے لیے جانیں قربان کیں انہیں مردہ کہا جائے۔ اس لیے یہ آیت نازل فرما کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والوں کو مردہ کہنے سے سختی سے روک دیا بلکہ بتایا کہ وہ زندہ ہیں۔

شہداء کی زندگی

شہدا کی زندگی کس طرح کی ہے وہ قاضی ثناء اللہ پتیؒ کی تفسیر مظہری سے بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں کیونکہ دیوبندی اور غیر مقلدیں نے قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کو اپنا بزرگ اور پیشوا تسلیم کیا ہے بلکہ غیر مقلدین جو کہ اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہلاتے ہیں ان کے مولوی یحییٰ خان نوشہروی نے اپنی کتاب ''اہلحدیث کی خدمات علمی'' میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو اپنی جماعت کا فرد قرار دیا ہے۔ ان کی تفسیر مظہری کو علمی خدمات میں شامل کیا ہے۔

دیوبندی مکتب فکر کے مفتی اعظم مولوی محمد شفیع کراچی والے جو ایک عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں مفتی کے عہدہ پر فائز رہے ہیں اپنی تفسیر معارف القرآن کی جلد اول کے صفحہ 58 پر تفسیر مظہری کے متعلق لکھتے ہیں۔

یہ تفسیر بہت سادہ اور واضح ہے اور اختصار کے ساتھ آیات قرآنی کی تشریح معلوم کرنے کے لیے مفید ہے انہوں نے الفاظ قرآنی کے ساتھ متعلقہ روایات کو بھی کافی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور دوسری تفسیر کے مقابلہ میں زیادہ چھان بین کر روایات کو لینے کی کوشش کی ہے۔

یہ تفصیل اس لیے بیان کی ہے تا کہ شہداء کرام کی حیات کے متعلق عقیدہ پختہ ہو جائے اور ذہن سے باطل خیال نکل جائے کہ صرف اہل سنت و جماعت ہی شہدا کو زندہ مانتے ہیں۔ اب تفسیر مظہری سے اس آیت شریف کی ہی تفسیر کرتے ہوئے حیات شہدا کا جس انداز سے ذکر کیا ہے۔ پڑھیں اور دلوں کو مسرور کیجئے۔

شہدا کے زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو جسم کی قوت عطا فرماتا ہے اس کے ذریعہ سے وہ زمین و آسمان جنت سب جگہ کی سیر کرتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اسی حیات کی وجہ سے زمین ان کے بدن اور کفن کو نہیں کھاتی۔

علامہ بطوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شہداء بدر کی روحیں ہر رات عرش کے نیچے سجدہ کرتے ہیں اور اسی طرح قیامت تک کرتی رہیں گی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شہداء جب شہید ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک عمدہ جسم ان کے لیے اُتارتا ہے اور روح کو حکم ہوتا ہے کہ اس میں داخل ہو وہ اس میں داخل ہو کر اپنے جسم کو دیکھتی ہے اور بولتی ہے اور سمجھتی ہے کہ لوگ میرا کلام سنتے ہیں اور مجھے دیکھتے ہیں۔ اسی حالت میں روحیں اس کے پاس آتی ہیں اور اس کو لے جاتی ہیں اس حدیث کو ابن مندہ نے مرسلاً روایت کیا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ شہدا کی ارواح اللہ تعالیٰ کے یہاں سبز پرندوں میں رہتی ہیں اور جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں اور عرش کے نیچے جو قندیلیں ہیں ان میں آرام کرتی ہیں یہ حیات شہداء کو نہیں

عطا ہوئی بلکہ آثار واحکام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء میں یہ حیات سب سے زیادہ ہے حتیٰ کہ اس کا خارج میں یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کی ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد نکاح جائز نہیں بخلاف شہید کے کہ اس کی زوجہ سے نکاح جائز ہے اور صدیق اس حیات میں شہداء سے اعلیٰ درجہ میں ہیں اور صالحین یعنی اولیاء شہداء سے کم ہیں لیکن اس کے ساتھ ملحق ہیں۔

سینکڑوں ہزاروں معتبر حکایتیں ایسی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اپنے دوستوں کی اعانت کرتے ہیں۔ دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ دکھاتے ہیں۔

احادیث واخبار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء شہداء اور بعض صالحین کے بدن کو بھی زمین نہیں کھاتی۔ حاکم، ابوداؤد نے حضرت اوس بن اوس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا جسم حرام فرمادیا ہے اور ابن ماجہ نے بھی ابوداؤدؒ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

امام مالک علیہ الرحمۃ نے حضرت عبیدالرحمن بن صعمہؓ سے اس حدیث کو روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ عمر بن الجموع اور عبداللہ بن جبیرؓ کی قبر سیلاب کی وجہ سے دھنس گئی یہ دونوں حضرات احد کے دن شہید ہوئے تھے اور دونوں ایک ہی قبر میں دفن کردیئے گئے تھے جب قبر پانی کی وجہ سے خراب ہوگئی تو چاہا کہ انہیں یہاں سے اور جگہ دفن کردیا جائے۔ قبر کھودی گئی دیکھا تو اسی طرح ہیں کوئی تغیر نہیں آیا۔ گویا کل دفن کے گئے تھے۔ حالانکہ ان کی شہادت کو اس وقت چھیالیس برس ہوچکے تھے۔

بیہقی سے مروی ہے کہ جب حضرت امیر معاویہؓ کا ارادہ نہر کظامہ کے جاری کرنے کا ہوا تو اس کے بہنے کی جگہ شہداء اُحد کی قبریں واقع ہوئیں تو حضرت امیر معاویہؓ نے اعلان کرادیا کہ احد میں جو لوگ شہید ہوئے تھے ان کے وارث سب یہاں آئیں اور اپنے شہداء

کو لے جا کر اور جگہ دفن کریں۔ لوگ آئے تو شہداء کو دیکھا کہ سب تر وتازہ ہیں اور بال بڑھے ہوئے ہیں۔ اتفاقاً ایک شہید کے پاؤں پر پھاوڑا پڑ گیا تو خون کا ایک فوارہ جوش مارنے لگا اور مٹی کھودنے کی حالت میں ایک جگہ سے جو مٹی کھودی تو تمام جگہ مشک کی خوشبو پھیل گئی اس واقعہ کو ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا بیہقی نے اس واقعہ کو حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے اور اس میں اتنا زیادہ ہے کہ پھاوڑا حضرت حمزہؓ کے پاؤں پر پڑا تھا۔

دوستانِ عزیز! شہداء کرام کی حیات اور زندگی کے متعلق قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی تفسیر آپ نے سماعت فرمائی ان کی زندگی کے علاوہ ان کا اپنے دوست احباب کی اعانت اور مدد دشمنوں کو ہلاک وتباہ کرنے کا بھی ذکر آپ نے فرمایا ہے۔

یادرہے کہ قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ دیوبندی اور غیر مقلدین اہلحدیث کہلانے والے وہابیوں کے مسلمہ مفسر ہیں۔ انبیاء اور اولیاء کی مدد نصرت اور تصرف کو شرک قرار دینے والے ذرا اپنے عقائد باطلہ اور نظریات فاسدہ غور فرمائیں۔

سیدنا امام عالی مقام امام حسینؓ اہل بیت اطہار میں سے بھی ہیں اور شہداء میں بھی اعلیٰ مقام ومنصب کے مالک ہیں کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

اس نواسے پر محمد مصطفیٰ کو ناز ہے
اس کی ہمت پر علی شیر خدا کو ناز ہے
سجدے اوروں نے بھی کیے اس کا عجب انداز ہے
اس نے وہ سجدہ کیا جس پر خدا کو ناز ہے

❁❁❁❁❁

شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ

حافظ محمد عبدالوثیق

دس محرم ۶۱ ھ کا خونیں آفتاب اپنی پوری خون آشامیوں کے ساتھ طلوع ہوا۔ عمر بن سعد نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ لی تو قتال کے لیے تیار ہو گیا۔ حسینی فوج کے بہتر (۷۲) جاںنثاروں نے حضرت امام حسینؓ کی امامت میں صبح کی نماز ادا کی اور یزیدی فوج کے مقابلے کے لیے کربلا کے میدان میں صف آرا ہو گئے۔ یہ جاںنثار بتیس (۳۲) گھوڑسواروں اور چالیس (۴۰) پیادوں پر مشتمل تھے۔ آپؓ نے میمنہ پر زہیر بن قین کو اور میسرہ پر حبیب بن مظاہر کو مقرر فرمایا۔ علم اپنے بھائی حضرت عباس بن علیؓ کے سپرد کیا اور عورتوں کے خیموں کی طرف پشت کر لی۔

حُر کی توبہ

جب عمر بن سعد جنگ کا آغاز کرنے کے لیے آگے بڑھا تو حُر بن یزید نے اس سے پوچھا ''خدا تجھے ہدایت دے۔ کیا تو واقعی اس شخص (حضرت حسینؓ) سے لڑے گا؟'' اس نے کہا ''خدا کی قسم! ضرور کم از کم ایسی لڑائی کہ جس میں سر کٹیں گے اور ہاتھ ضائع ہوں گے۔'' حُر نے کہا ''کیا ان کی باتوں میں سے کوئی بات بھی تم لوگوں کو منظور نہیں؟'' ابن سعد نے کہا ''خدا کی قسم! اگر یہ معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں ضرور ایسا ہی کرتا لیکن کیا کروں تمہارا امیر نہیں مانتا۔'' یہ سن کر حر پر حق روشن ہو گیا اور اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کی برادری کے ہی ایک شخص نے اسے کہا ''خدا کی قسم! آج تمہاری عجب حالت ہے۔ میں نے کسی جنگ میں تمہاری ایسی حالت نہیں دیکھی۔ حالانکہ میرے نزدیک تم کوفہ کے بہادروں میں سے ایک بہادر ترین انسان ہو۔ پھر تمہاری یہ حالت کیوں ہے؟'' حر نے کہا ''خدا کی قسم! میرے ایک طرف جنت اور ایک طرف دوزخ ہے اور میں

اس کشمکش میں مبتلا ہوں کہ کدھر جاؤں'' پھر توقف سے بولا ''اب تو جنت کی طرف ہی جاؤں گا۔ خواہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا زندہ جلا دیا جائے۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور امام عالی مقام کے پاس پہنچ گیا۔''

حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر حر نے عرض کیا ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے! میری جان آپ پر قربان میں وہی ہوں بدبخت جس نے آپ کو واپس نہ جانے دیا، راستہ بھر آپ کے ساتھ ساتھ رہا اور اس مقام پر ٹھہر جانے کے لیے آپ کو مجبور کر دیا۔ خدا وحدہٗ لاشریک کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے تو میں کبھی ان کا ساتھ نہ دیتا اور جو گستاخیاں مجھ سے سرزد ہوئیں ان کا مرتکب نہ ہوتا۔ اب میں اپنے کیے پر نادم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور اپنی جان آپ پر قربان کرنے کا عہد کرتا ہوں۔ فرمایئے کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی؟'' آپ نے فرمایا ''ہاں اللہ تمہاری توبہ قبول کرے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ تمہارا نام کیا ہے؟'' حُر نے جواب دیا ''حُر بن یزید'' آپ نے فرمایا ''تم دنیا و آخرت میں انشاءاللہ حُر (آزاد) ہو گے۔ گھوڑے سے نیچے اُتر آؤ۔'' حُر نے عرض کیا ''اب تو اسی وقت نیچے اتروں گا جب ان ظالموں سے لڑتے ہوئے آپ پر اپنی جان قربان کر دوں گا۔'' آپ نے فرمایا ''جس طرح چاہو کرو اللہ تم پر رحم کرے۔'' (الطبری، ٦:٣١)

جنگ کا آغاز

حُر کے واپس آنے کے بعد ابن سعد اپنا علَم لے کر آگے بڑھا اور ایک تیر حضرت امام حسینؓ کی طرف چلا کر کہنے لگا ''گواہ رہنا! سب سے پہلا تیر میں نے پھینکا ہے۔'' اس کے ساتھ ہی طبل جنگ پر چوٹ پڑی اور دوسروں نے بھی تیر چلانے شروع کر دیئے۔ جنگ شروع ہو گئی اور دونوں طرف سے نکل نکل کر سپاہی دادِ شجاعت دینے لگے۔ (الطبری، ٦:٣١)

اس روز کثرت سے مبارزت ہوئی۔ شجاعت و دلیری کی وجہ سے انفرادی جنگ میں

حضرت امام حسینؓ کے ساتھیوں کا پلہ بھاری تھا۔اس لیے بعض امراء نے عمر بن سعد کو انفرادی جنگ ختم کر کے عام حملہ کا مشورہ دیا۔ چنانچہ عمر بن سعد نے عام حملے کا حکم دے دیا۔

شمر بن ذی الجوشن جو یزیدی لشکری کے میسرہ کا سردار تھا، وہ حضرت امام حسینؓ کے میسرہ پر حملہ آور ہوا۔اس کے ساتھ ہی چاروں طرف سے یزیدی لشکر حضرت امام حسینؓ کے انصار پر ٹوٹ پڑا۔امام عالی مقام کے ساتھ کل بتیس سوار تھے تاہم انہوں نے بے مثال شجاعت اور بہادری کا مظاہری کیا۔وہ جدھر کا رُخ کرتے تھے یزیدی لشکر کی صفوں کو الٹ دیتے تھے اور ان میں بھگدڑ رمچا دیتے تھے۔غررہ بن قیس جو کہ کوفی سواروں کا سردار تھا اس نے جب ہر طرف سے اپنے سواروں کو پسپا ہوتے دیکھا تو عبدالرحمٰن بن حصین کو ابن سعد کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ ان چند سواروں نے میرے سوار دستے کا منہ پھیر دیا ہے اور اب حال یہ ہے کہ میرے سوار ادھر اُدھر بھاگ کر اپنی جان بچانے کی فکر کر رہے ہیں۔اس لیے فوراً کچھ پیدل سپاہی اور تیر انداز بھیجئے۔ابن سعد نے غررہ کی درخواست پر شیث بن ربعی کو جانے کا حکم دیا مگر اس نے گریز کیا۔ابن سعد نے پھر حصین بن نمیر تمیمی کو بلایا اور اس کے ساتھ تمام زرہ پوش سواروں اور پانچ سو تیر اندازوں کو بھیجا۔ان تیر اندازوں نے حضرت امام حسینؓ کے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر تیروں کی بارش کر دی اور تھوڑی ہی دیر میں ان کے گھوڑوں کو زخمی اور بے کار کر دیا۔حضرت امام حسینؓ کے ساتھیوں کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔وہ گھوڑوں سے اتر پڑے اور بڑی دیر تک پیادہ ہی اس بہادری اور بے جگری کے ساتھ لڑتے رہے کہ کوفیوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔

(ابن اثیر، ۴:۶۸، ۶۹، الطبری، ۶:۳۲)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

اہل بیت نبوت کے افراد جب ایک ایک کر کے شہادت پا گئے تو آخر میں حضرت امام حسینؓ نے میدان میں آنے کا ارادہ فرمایا۔حضرت زین العابدینؓ جو اس وقت بیمار تھے۔ امام عالی مقام کے پاس آئے اور عرض کیا ’’ابا جان! مجھ پر ایسی زیادتی تو نہ کیجیے میرے ہوتے

ہوئے آپ میدان میں جائیں یہ مجھے گوارا نہیں میں بھی اپنے باقی بھائیوں کی طرح اپنے نانا جان کا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔ میں بھی اپنی دادی جان کی بارگاہ میں سرخرو ہونا چاہتا ہوں۔ اب شہادت کا جام پینے کی میری باری ہے۔'' آپ نے فرمایا ''بیٹے تو میدان جنگ میں نہیں جائے گا کہ خانوادۂ رسول ﷺ کا ہر چراغ گل ہو چکا ہے، ہر پھول مرجھا چکا ہے۔ اب میری نسل میں فقط تو ہی باقی رہ گیا ہے۔ مجھے تو شہید ہونا ہی ہے اگر تو بھی شہید ہو گیا تو میرے نانا کی نسل کیسے چلے گی؟ تجھے اپنے نانا کی نسل کی بقاء کے لیے زندہ رہنا ہے۔''

چنانچہ حضرت امام حسینؓ امام زین العابدین کو چھوڑ کر خود میدان کربلا میں اترے، مقابلے میں آپ دیر تک یزیدیوں کو واصل جہنم کرتے رہے۔ پورے یزیدی لشکر میں کہرام مچا ہوا تھا۔ حضرت علی شیر خداؓ کا یہ بیٹا تلوار لے کر جس طرف نکل جاتا یزیدی لشکر خوف زدہ بھیڑوں کی طرح آگے بھاگنے لگتا۔ آپ اپنی شمشیر تشنہ لب کی پیاس بے وفا اور موقع پرست کوفیوں کے خون سے بجھاتے رہے اور خود تلواروں اور نیزوں کے وار سہتے رہے۔

اس معرکہ کے دوران آپ کو بہت پیاس لگی۔ آپ نے پانی کے لیے دریائے فرات کا رُخ کر لیا مگر دشمن سخت مزاحمت کرنے لگا۔ اچانک ایک تیر آیا اور آ کے چہرے کو زخمی کر دیا۔ آپ نے تیر کھینچ نکالا۔ پھر ہاتھ چہرے کی طرف اُٹھائے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے۔ آپ نے اپنا خون آسمان کی طرف اچھال دیا اور خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا ''الٰہی! میرا شکوہ تجھی سے ہے۔ دیکھ تیرے رسول ﷺ کے نواسے کے ساتھ کیا برتاؤ ہو رہا ہے۔'' (الطبری، ٦: ٣٣)

اس کے بعد شمر بن ذی الجوشن کوفہ کے تقریباً دس آدمیوں کو لے کر حضرت امام حسینؓ کے خیمے کی طرف بڑھا۔ جہاں آپ کے اہل وعیال اور مال واسباب تھا۔ حضرت امام حسینؓ اپنے اہل خانہ اور قافلہ کی طرف آنے لگے تو شمر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آپ کے اور آپ کے قافلہ کے درمیان حائل ہو گیا۔ اس پر حضرت امام حسینؓ نے فرمایا ''افسوس ہے تم پر!

اگر تمہارا کوئی دین نہیں اور تم قیامت کے دن سے نہیں ڈرتے تو کم از کم دنیا کے ذی حسب اور شریف انسان تو بنو۔ اپنے اوباشوں اور جاہلوں کو میرے اہل وعیال اور مال واسباب سے دور رکھو۔'' شمر نے جواب دیا کہ اے فاطمہؓ کے بیٹے! تیرا یہ مطالبہ منظور ہے۔ (البدایہ والنہایہ، ۸:۱۸۷)

عبدال بن عمار سے مروی ہے کہ جب حضرت امام حسینؓ کا محاصرہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ میمنہ پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت امام حسینؓ کے حملہ سے تمام سپاہی ڈر کے مارے بھاگ گئے۔ خدا کی قسم! میں حسینؓ سے پہلے اور حسینؓ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو کثیر دشمنوں میں اس حالت میں گھرا ہوا ہو کہ اس کی اولاد اور ساتھی قتل ہو گئے ہوں مگر پھر بھی وہ حضرت امام حسینؓ کی طرح شجاع دلیر اور مطمئن۔ (البدایہ والنہایہ، ۸:۱۸۸)

حضرت امام حسینؓ دن کا طویل حصہ میدان میں کھڑے رہے اگر لوگ چاہتے تو فوراً آپ کو قتل کر دیتے لیکن ہر شخص دوسرے پر ٹالتا رہا کیونکہ حسینؓ کا گناہ کوئی بھی اپنے ذمہ نہ لینا چاہتا تھا۔ آخ شمر بن ذی الجوشن نے کہا ''تمہارا برا ہو کیا انتظار کر رہے ہو؟ کام تمام کیوں نہیں کرتے؟ اب ہر طرف سے نرغہ ہوا آپ نے پکار کر کہا'' کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو اُبھارتے ہو؟ واللہ! میرے بعد کسی بندے کے قتل پر خدا تعالیٰ اتنا ناخوش نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر ناخوش ہوگا۔ (ابن اثیر، ۴:۷۸)

شمر لعین کے اکسانے پر یزیدی لشکر حضرت حسینؓ پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آگے بڑھ کر آپ کے بائیں کندھے پر تلوار ماری جس سے آپ لڑکھڑا گئے اس پر سب حملہ آور پیچھے ہٹ گئے پھر سنان بن ابی عمرو بن انس نخعی نے آگے بڑھ کر آپ کو نیزہ مارا جس سے آپ گھائل ہو کر گر پڑے سنان نے سواری سے اتر کر آپ کو ذبح کر دیا اور سرتن سے جدا کر کے خولی بن یزید کے حوالے کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ، ۸:۱۸۸)

بعض روایات کے مطابق حضرت امام حسینؓ کو شہید کرنے والا شمر بن الجوشن تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو بنی مذحج کے ایک آدمی نے شہید کیا۔ (البدایہ والنہایہ، ۸:۱۸۸)

واللہ اعلم بالصواب

یزیدی لشکر کے بدبختوں نے آپ کے جسم مبارک کے تمام کپڑے اتار لیے آپ کا جبہ جو کہ خزم عصری کا تھا وہ قیس بن محمد اشعث نے تن بے سر سے اتار لیا، بحر بن کعب نے پائجامہ لیا، اسود بن خالد نے نعلین اتار لیں، عمرو بن یزید نے امامہ مبارک لے لیا، یزید بن شبل نے چادر لے لی، سنان بن انس نخفی نے زرہ اور انگوٹھی اتار لی، بنی نہش کے ایک شخص نے تلوار لے لی جو بعد میں حبیب بن بدیل کے خاندان میں آ گئی۔

اس قدر ظلم وستم ڈھانے کے بعد بھی یزیدیوں کا جذبہ بغض وعناد ختم نہ ہوا۔ انہوں نے حضرت امام حسینؓ کے جسم اطہر کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کر کے ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ اس سفاکی کے بعد بختوں نے اہل بیت نبوت کے خیموں میں داخل ہو کر اہل بیت کا سارا سامان لوٹ لیا۔ (الطبری، ۶: ۳۳)

جب حضرت امام حسینؓ شہید ہوئے تو آپ کے بدن مبارک پر نیزے کے تینتیس اور تلوار کے چونتیس زخم تھے۔ شمر نے حضرت امام زین العابدینؓ کو جو کہ ابھی چھوٹے لڑکے تھے۔ (آپ کی عمر گیارہ یا تیرہ سال تھی) اور مریض تھے۔ قتل کرنے کا ارادہ کیا تو حمید بن مسلم نے جو شمر کے ساتھیوں میں سے تھا اسے روک دیا۔ پھر عمر بن سعد خیموں میں آ گیا اور اس نے کہا کہ خبردار! کوئی ان عورتوں کے قریب نہ جائے اور نہ کوئی اس لڑکے کو قتل کرے اور جس نے ان کے مال میں سے کوئی چیز لی ہو واپس کر دے راوی کا قول ہے کہ خدا کی قسم! کسی نے بھی کوئی چیز واپس نہ کی۔ (البدایہ والنہایہ، ۸: ۱۸۸)

❀❀❀❀❀

فضائل محرم الحرام

علامہ مفتی محمد یونس رضوی

سرور کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ماہ محرم الحرام بہت ہی بابرکت مہینہ ہے اور شب عاشورہ نیز یوم عاشورہ کی عبادت بے حد افضل ہے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ محرم کا چاند دیکھ کر چار بار سورۃ الاخلاص پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنا بہت افضل ہے۔

پہلی محرم تا شب عاشورہ بعد نماز عشاء آٹھ رکعت نماز چار سلام سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص گیارہ دفعہ پڑھو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس نماز کی برکت سے روز قیامت اللہ تعالیٰ اس نماز پڑھنے والے اور اس کے گھر والوں کی شفاعت فرمائے گا۔

محرم کی پہلی شب سے شب عاشورہ تک روزانہ بعد نماز عشاء ایک سو مرتبہ کلمہ توحید پڑھنا واسطے بخشش گناہ بہت افضل ہے۔

نفل نماز شب عاشورہ

عاشورہ کی شب بعد نماز عشاء چار رکعت نماز دو سلام سے پڑھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تین تین دفعہ سورۃ اخلاص دس دس دفعہ پڑھے۔ بعد سلام کے سورۃ اخلاص ایک مرتبہ پڑھ کر اپنے گناہوں کی توبہ کرے اور اللہ پاک سے بخشش طلب کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ خداوند کریم اپنی رحمت کاملہ سے اس نماز کے پڑھنے والوں کے تمام گناہ معاف فرمائے گا۔

یوم عاشورہ

عاشورہ کے دن بعد نماز فجر بعد طلوع آفتاب کے دو رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد جو بھی سورت یاد ہو پڑھے۔ یوم عاشورہ کسی وقت باوضو ہو کر 70

مرتبہ پڑھے ''حَسْبِیَ اللہ ونعم الوکیل'' مغفرت گناہ کے لیے یہ وظیفہ پڑھنا بہت افضل ہے۔

عاشورہ کے دن چار رکعت نماز ظہر سے پہلے پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ کے سورۃ زلزال ایک بار سورۃ الکافرون ایک بار سورۃ اخلاص ایک بار۔ بعد سلام کے 70 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے گناہوں سے توبہ کرے ان شاء اللہ تعالیٰ خداوند قدوس اس نماز کے پڑھنے والے کے تمام گناہ معاف فرما کر مغفرت فرمائے گا۔

یوم عاشورہ کا روزہ

مسلم شریف کی حدیث میں (**صیام یوم عاشورۃ احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ**) یوم عاشورہ کا روزہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سال گزشتہ کے گناہوں کا کفارہ فرمائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کی دسویں تاریخ کے روزے کا بڑا ثواب ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک سال کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

عاشورہ کے روزہ کی وجہ

یہاں یہ چیز قابلِ غور ہے کہ آخر، محرم کی دس تاریخ کو روزہ رکھنا کیوں مستحب ہے؟ بخاری کی حدیث شریف میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ جب یہودیوں سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا یہ دن عظمت والا ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کو نجات دی۔ فرعون غرق ہوا اور حضرت موسیٰؑ نے شکریہ کا روزہ رکھا۔ ہم وہی روزہ رکھتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا (**فنحن احق و اولی بموسی منکم فصامہ و امر بصیامہ**) تمہاری نسبت حضرت موسیٰؑ کے ہم زیادہ حقدار ہیں چنانچہ حضور ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ کا حکم دیا۔ (بخاری شریف)

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا

یہ 10ھ کا واقعہ ہے۔صحابہ نے عرض کی سرکار! (أنه یوم یعظمه الیهود والنصارٰی) یہ وہ دن ہے کہ یہود و نصاریٰ اس کی تعظیم کرتے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا (لئن بقیت الی قابل لا صوم من التاسع) اگر میں آئندہ سال باقی رہا تو محرم کی نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔

بخاری و مسلم کو دونوں حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یادگار قائم کرنا اور جس دن خدا کی طرف سے کسی بندے پر کوئی انعام ہوا ہو اس دن شکر الٰہی بنالانا رسول کریم ﷺ کی سنت ہے۔حتیٰ کہ اگر اس میں کفار و مشرکین کے ساتھ کچھ مشابہت کا احتمال ہو تو اس فعل کو ترک نہ کیا جائے گا۔ بلکہ اس فعل کا جاری رکھ کر کوئی صورت مخالفت کی پیدا کی جائے گی۔ جیسا کہ حضور انور ﷺ نے صحابہ کی عرض کے باوجود ترک صوم کا ارادہ نہ فرمایا بلکہ اس کے ساتھ ایک اور روزے کو ملا لینے کا عزم فرمایا۔

مقام غور

حضرت موسیٰؑ کی نجات کا دن تو معظم بنایا جائے اور اس کا روزہ دوسری اُمت کے لیے بھی سنت رہے۔اسی طرح غلبہ حضرت موسیٰؑ کی یادگار قیامت تک قائم رہے اور حضور سرور عالم ﷺ کی یادگار قائم کرنا، ولادت و معراج کی خوشی منانا اور خدا کا شکر ادا کرنا بدعت ہو جائے کس قدر ناانصافی اور حدیث کی تعلیم سے بے خبری ہے۔

ع چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

صدقات وخیرات

یوں تو ہر ماہ میں صدقات وخیرات کرنا باعث برکت وموجب رحمت ہے۔مگر خالص اس باب میں جو حدیث وارد ہے۔وہ بھی پیش کرتا ہوں۔

بیہقی کی حدیث ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے عاشورہ کے دن اپنے کنبہ والوں پر خرچ کرنے میں وسعت کی اللہ تعالیٰ اس پر تمام سال فراخی و وسعت

فرمائے گا۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں (انا قد جربناہ فوجدناہ کذلك) ہم نے بار ہا اس کا تجربہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق یہی ہوا۔

عاشورہ کے دن زیادہ خرچ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عاشورہ کے دن اگر اپنے کنبہ والوں پر روٹی، کپڑا اور ان کی ضرورت میں زیادہ خرچ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ تمام سال اسی طرح وسعت وفراخی عطا فرمائے گا۔

شربت کی سبیل

شربت کی سبیل لگانا، شہداء کی ارواح کو ایصال ثواب کرنا اسی مذکورہ بالا حدیث سے ماخوذ ہے اور یہ سب امور جائز ومستحب ہیں۔ بلکہ اموات کو ان نفع پہنچتا ہے۔ شرح عقائد میں ہے کہ (و فی دعاء الأحیاء للاموات و صدقتهم عنهم نفع لهم خلافا للمعتزلة) زندوں کی دعائیں مردے کے لیے اور صدقہ وخیرات کا نفع مردوں کو پہنچتا ہے اور یہ مسئلہ معتزلہ کا خلاف ہے۔

شرح عقائد کی عبارت سے معلوم ہوا کہ یوم عاشورہ میں شہداء کرام خصوصاً سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی روح مبارکہ کو ایصال ثواب اور صدقہ وخیرات کرنا جائز ہے۔ جو لوگ ایصال ثواب کے منکر ہیں وہ دراصل معتزلی ہیں۔

خلاف شرع مجالس

کربلائے معلیٰ کے صحیح نقشے مکانوں میں بہ نیت ترک رکھنا اوران کی زیارت کرنا جائز ہے لیکن اپنی عقل سے اختراعات کرنا اور ذی روح کی تصویریں بنانا حرام اور ناجائز ہے۔

ذکر شہادت کی مجالس جائز ہیں۔ ان دردانگیز واقعات سے دل بھر آئے، آنکھوں سے اشک کا طوفان جاری ہو جائے اور بے اختیار رقت طاری ہو جائے تو یہ رونا بھی رحمت اور ایمان کی علامت ہے۔ خلاف شرع مجلسوں میں شرکت جائز نہیں کیونکہ یہ مجلسیں تبرا اور

مقبولانِ بارگاہ کی جناب میں بے ادبی سے خالی نہیں ہوتیں۔سنی عوام اس قدر واقفیت نہیں رکھتے کہ ان کی حرکات سے باخبر ہو جائیں۔وہ کنایہ کنایہ میں سب کچھ کہہ جاتے ہیں اور ان کو پتہ بھی نہیں چلتا۔بلکہ اگر وہ صراحت سے بھی کہہ گزریں تو انہیں خبر نہ ہو۔

ہمارے عام سنی برادران کی مذہبی معلومات کا تو یہ حال ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کے نام تک بے خبر ہیں۔آپ سوال کر کے دیکھئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم شریف کیا ہے؟ اکبر رضی اللہ عنہ کو ابن ابی قحافہ کہہ کر کوئی کچھ کہہ جائے تو انہیں کیا معلوم ہو۔

سنیوں کی مجالس

سنّیوں کی مجالس میں بھی بہت سی باتیں قابل لحاظ ہیں:

۱۔ اول یہ کہ واقعات شہادت کا صحیح بیان ہو۔اکثر شہادت ناموں میں واقعات رطب و یابس ہوتے ہیں۔

۲۔ دوم یہ کہ مبالغوں سے اجتناب کیا جائے۔بسا اوقات مبالغہ گناہ میں مبتلا کرتا ہے۔ اہل بیت کی حرمت کے خلاف جو غلط باتیں گھڑ لی گئی ہیں اور رُلانے کی نیت سے ان میں رنگ آمیزیاں کی ہیں۔ان سب سے پرہیز ضروری ہے۔مثلاً اہل بیت کی نسبت جزع وفزع، بے صبری، ناشکیبی۔سر پیٹنے، بال نوچنے، منہ پر طمانچے مارنے، کپڑے پھاڑنے کی نسبت۔

۳۔ کپڑے رنگ کر امام کا فقیر بننا اور در بدر بھیک مانگتے پھرنا عجب لغویت ہے۔

۴۔ ذکر شہادت کی کتابوں میں شاہ عبد العزیز صاحب کی ''سر الشہادتین'' اور مولانا حسن رضا خان صاحب کی ''آئینہ قیامت'' اور حضرت صدر الا فاضل مراد آبادی کی ''سوانح کربلا'' سب سے بہتر ہیں۔

۵۔ مؤرخوں نے صحت وغلطی کی جانچ اور کھوٹے کھرے کا پرکھنا اپنے ذمہ نہیں لیا ہے لہٰذا جو باتیں احادیث سے ثابت ہیں ان کے مقابلہ میں تاریخی واقعات کا پیش کرنا عبث ہے۔

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

محمد عمر وقار ضیائی

وہ جسے اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کریم سے دامن پھیلا کر مانگا تھا۔جس کے مشرف با اسلام ہونے سے کفر وشرک کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی تھی۔ باطل کے صنم کدوں میں کہرام مچ گیا تھا اسلام کی بے بسی کا دور ختم ہو گیا تھا اور اس کی شوکت وعظمت کے عہد کا آغاز ہوا تھا۔جو اپنے مرشد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ لطف وکرم کا تارا تھا۔جس کی زبان سے حق گویا تھا۔جس کے دل روشن پر انوار الٰہی کا پیہم نزول ہوا کرتا تھا جس کا سینہ علوم محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معمور تھا۔جس کی چشم بصیرت مستقبل کے دھندلکوں میں مستور حقائق کو بھی بے حجاب دیکھ لیا کرتی تھی۔جس کا نام نامی آج بھی عدل وانصاف، دیانت و امانت، حق گوئی و بے باکی، جرأت واستقامت کا جلی اور زیبا عنوان بن کر چمک رہا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

(قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله جعل الحق علي لسان عمر و قلبه و هو الفاروق فرق الله به بين الحق والباطل) (ابن سعد)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان پر جاری کر دیا ہے اور اس کے دل میں ثبت کر دیا ہے، وہ فاروق ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے حق و باطل میں تفریق کر دی ہے۔''

کون فاروق؟ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس کے ادب و نیاز نے عشق کو نیا ذوق جمال بخشا تھا۔جس کے فہم رسا اور دانش نورانی نے جہاں عقل وخرد کو نئی شادابی اور تازگی بخشی۔

جس کے پیوند لگے لباس کے رعب سے شاہان عالم پر کپکپی طاری رہی تھی۔جس گلی سے وہ گزرتا تھا وہاں سے ابلیس بھاگ جاتا تھا۔

حضرت صہیب بن سنانؓ سے مروی ہے:''جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو اسلام کو

غلبہ ہوا۔اس کی تبلیغ اعلانیہ شروع ہوئی ہم حلقے باندھ کر کعبہ کے ارد گرد بیٹھنے لگے۔ بیت اللہ کا طواف کرنے لگے۔ اب جو ہم پر زیادتی کرتا اس سے بدلہ لینے کے قابل ہو گئے۔ وہ فاروقؓ کہ جس کی وسیع وعریض سلطنت میں کوئی بھوکا نہیں تھا۔جس کا یہ اعلان تھا کہ اگر دجلہ کے دوسرے کنارے پر کوئی کتا بھی بھوکا مرے گا تو عمرؓ سے اس کی باز پرس ہو گی۔ جس کی رعایا راتوں کو آرام کرتی تھی اور وہ خود راتوں کو جاگ جاگ پر پہرہ دیا کرتا تھا۔ ہاں وہی فاروق اعظمؓ لیکن افسوس اس کی قوم اس کو بھولتی جا رہی ہے۔اس سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے کی بجائے اس منبع نور کی تابانیوں کی تاب نہ لا کر اس سے منہ موڑ رہی ہے۔فسق وفجور کے اندھیروں میں بھٹکنے والے وادی ایمن کا راستہ بھول چکے ہیں۔ بے عملی کی افیون سے اونگھنے والے ان سدرہ نشینوں سے نفرت نہیں کریں گے تو کیا پیار کریں گے؟ لذت کام ودہن کے اسیر ان چھنے آٹے کی خشک روٹی کھانے والے فاروق پسند کریں گے؟ ناممکن! وہ تو آج اس سے پیار کریں گے جو بے راہ روی سکھلائے وہ تو آج اس کو اپنا مرشد بنائیں گے جو انہیں شریعت کی پابندیوں سے آزاد کر دے۔ زندگی کی بلند چوٹیوں کو سر کرنا تو اب ان کے بس کا روگ نہیں وہ تو اب اس کو اپنا رہنما تسلیم کریں گے جو انہیں پستی کی طرف آسانی سے پھسلنے کا گر بتائے خواہ پستی، ذات ونکبت کی پستی کیوں نہ ہو۔

نظم وضبط سے اب ان کے دل اکتا چکے ہیں۔سنجیدہ باوقار اور پرعزم قیادت کی اب انہیں ضرورت نہیں۔ انہیں ہر میدان میں دینی یا سیاسی، اخلاقی یا معاشی شعبدہ بازوں کی ضرورت ہے جو انہیں زندگی کے تلخ حقائق سے غافل رکھنے میں مہارت رکھتے ہوں۔

ہمارے نوجوان جس ڈگر پر چل رہے ہیں انہیں خودکشی کے اس راستہ سے نہ روکیں۔ نہیں دوستو! ہم ایسی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم اپنی نسل کو غلط راستے پر چلنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین قائدینِ ختم نبوت کو سلام

ایس ایم افتخار

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اس ملک کی ساٹھ سالہ تاریخ شاہد ہے کہ اس میں کئی تحریکوں نے جنم لیا جن میں کچھ نے کامیاں حاصل کیں اور کچھ نے ناکامیاں۔ بعض بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہوگئیں۔ ''تحریکِ ختم نبوت'' جو کہ اپنے نام کی طرح عظیم تحریک ہی نہیں بلکہ اس ملک کے حوالہ سے عالم اسلام کی انمول تاریخ بن گئی۔ وقت کے مورخ سے لے کر رہتی دنیا تک اس کا ذکر ہمیشہ سنہری حروف میں لکھا جاتا رہے گا۔

رسوائے زمانہ ''قادیانی'' جن کی گستاخیاں ایک عرصہ سے جاری تھیں اور ان کے سدِّ باب کے لیے مسلمانانِ عالم بالخصوص برصغیر پاک و ہند کے مسلمان اپنی غیرتِ ملّی کے تحت ہر وقت ان منکرینِ ختم نبوت کی سرکوبی کرتے رہتے۔ قادیانی افراد کی جانب سے ان کے کفریہ اور گمراہ کن عقائد اکثر سامنے آتے رہتے جن کی وجہ سے ہر مسلمان کے دل پر زخم لگتا مگر کوئی حکومت (ادارہ اور افراد) مضبوط طریقہ سے ان کی سرکوبی نہ کرسکی۔ بالآخر ان کی یہ شیطانیاں بڑھتی گئیں یوں 29 مئی 1974ء کو ربوہ (چناب نگر) کا عظیم سانحہ پیش آیا جب اس جماعت کے گرو مرزا طاہر کی قیادت میں ان ظالموں نے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے مسلمان طلباء پر ظلم وستم کے پہاڑ گرائے تو اس ملک کے ہر مسلمان کا دل اس واقعہ سے پارہ پارہ ہوگیا۔ مسلمان اس واقعہ سے بھڑک اُٹھے اور ان کی آنکھوں اور دل کے جذبات نے فیصلہ دے دیا کہ اب ان کا قلع قمع ضروری ہے، نہیں تو ان گستاخوں کی گستاخیاں بڑھتی جائیں گی اور اب یہ معاملہ ختم ہوجانا چاہیے۔ مسلمان جن کا عقیدہ و ایمان ہے کہ اگر کوئی ان کے خدا عزوجل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ذرہ برابر بھی گستاخی کرے تو اس کا خون

کھول جاتا ہے۔حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق مسلمان ایک جسم ہے جس کے جسم کے کسی حصہ کو تکلیف پہنچے تو سارے جسم کو تکلیف پہنچتی ہے۔

اسلامیانِ پاکستان نے یہ فیصلہ کرلیا کہ اب اس بات کا فیصلہ ہوجائے کہ اس ملک میں محمدِ عربی ﷺ کے دیوانوں مستانوں کی حکومت ہے۔یہ ملک تو بنا ہی عظمتِ مصطفےٰ ﷺ کے پرچار کے لیے ہے۔ان گستاخوں سے بدلہ لینے کا وقت آیا گیا آخر فرعون کے گھر موسیٰ پیدا ہو ہی جاتا ہے۔اس ملک کی اکثریتی عوام اہلسنّت کے قائدین مولانا ابوالحسنات سید محمد شاہ، مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد ملّت عبدالستار خیاں نیازی، مولانا غلام غوث ہزاروی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ، الحاج پیر علاؤ الدین صدیقی، صاحبزادہ فضل کریم اور دیگر عمائدین نے دوسرے مسالک کے علماء سے ملاقات کر کے اس کے خلاف ملک گیر احتجاج کا سلسلہ شروع کیا پورا ملک سراپا احتجاج بن گیا۔قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، ہر گلی، محلہ، بازار، تعلیمی ادارے غرض ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمان ایک ہی آواز لگا رہے تھے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کا حقہ پانی بند کیا جائے۔قطع نظر اس کے اس وقت اس ملک کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم تھے مگر خدا نے اُن کی آخرت بہتر کرنے کے لیے ان سے عظیم کام لیا کہ تاریخ میں دنیا انہیں اس معاملہ کی وجہ سے قابل احترام سمجھتی ہے۔قائد اہلسنّت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس وقت قومی اسمبلی کے معزز رکن تھے۔اپنے دیگر 28 اراکین کے دستخطوں کے ساتھ قومی اسمبلی میں اگست کے آخری ہفتہ میں بل پیش کر دیا۔

یہ بل جسے قائد اہلسنّت علی الرحمۃ نے اپنی انتہائی غیرت ایمانی کی وجہ سے اراکین کے ذریعہ اسمبلی میں پیش کیا۔حزب اختلاف کی ایک کاوش تھی جب کہ قائدِ حزبِ اختلاف مفتی محمود تھے اور قائد ایوان عوامی وزیر اعظم مرحوم ذوالفقار علی بھٹو تھے۔انہوں نے ربوہ (چناب نگر) کے سانحہ کے لیے اور قادیانی مسئلہ پر سفارشات مرتب کرنے کے لیے فوری

طور پر قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کو یہ بل اور معاملہ سونپ دیا۔سپیکر اسمبلی فاروق علی خان کی زیر صدارت اجلاس شروع ہوا۔اسمبلی میں اس نازک مسئلہ پر بحث شروع ہوئی پھر سرکاری طور پر یہ بل حکومت نے وزیر قانون پیرزادہ عبدالحفیظ کے ذریعے بل اسمبلی میں پیش ہوا کمیٹی کے روبرو قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ نے اپنا اپنا موقف پیش کیا۔قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کو اسمبلی کی کمیٹی کے روبرو اپنا موقف پیش کرنے کے لیے بلایا گیا۔اسمبلی میں کئی روز اس بل پر جرح ہوتی رہی۔بالآخر فیصلہ کی گھڑی قریب آ گئی۔پاکستان کی تاریخ کا عظیم دن آ گیا۔جب اس ملک کے اعلیٰ ایوان میں قائدین اور عوام کی امنگوں کا چراغ روشن ہوا اور اس تاریخ ساز دن کی صبح نے خوشی اور کامیابی سے انگڑائی لی 5 اور 6 ستمبر 74ء کو اٹارنی جنرل پاکستان معروف قانون دان یحییٰ بختیار نے بحث کو سمیٹا۔ان کا اراکین اسمبلی کے سامنے دوروز تک تفصیلی بیان ریکارڈ ہوا جس میں انہوں نے مسلمانوں کے حق میں پر جوش دلائل دیئے اور پھر 7 ستمبر 1974ء کا تاریخ ساز دن آ گیا جب قومی اسمبلی نے اپنا تاریخ ساز فیصلہ دیا کہ ''قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔'' ان کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔اس فیصلہ کا اعلان ہونا تھا کہ پوری دنیا کے مسلمانوں میں بالخصوص پاکستان کے غیور مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔مسلمان اپنے رب کے حضور سربسجود ہو گئے۔نبی ﷺ کی عظمت کے متوالے سڑکوں پر آ گئے۔ہر چہرہ خوشی سے کھل گیا۔

قائد اہلسنّت مولانا شاہ احمد نورانی نوراللہ تعالیٰ مرقدہ اور دیگر اراکین چوہدری ظہور الٰہی، غلام غوث ہزاروی، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، علامہ سید محمد علی، مولانا عبدالحق، پروفیسر غفور احمد، احمد رضا قصوری وغیرہ کا کردار قابل تعریف تھا جنہوں نے اپنی کامیاب حکمتِ عملی کی بدولت وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے ذریعہ سرکار طور پر قادیانیوں کو اقلیت قرار دلایا۔یہ ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔29 مئی 1974ء کو شروع ہونے والی تحریک بالآخر 7 ستمبر 1974ء کو اپنے انجام کار کو پہنچی۔اس کے دوران ہزاروں جلوس، ریلیاں، اجتماع،

مظاہرے ہوئے پورا ملک سراپا احتجاج بنا رہا۔ ملک پاکستان کے اس تاریخ ساز فیصلہ کی بدولت پوری دنیا میں نہ صرف اسلامیانِ پاکستان کا بلکہ عالم اسلام کا سر فخر سے بلند ہو گیا اور گستاخوں کو انجام تک پہنچا دیا گیا۔ آج قادیانی خود اپنے لیے گالی بن کر رہ گئے ہیں۔ جبکہ تاریخ اس تحریک کے نامور سپوتوں علمائے کرام، مشائخ عظام، سیاستدان، عمائدین، وکلاء، صحافی، مزدور، کسان، عوام اور شہداء تحریک ختم نبوت کو تاابد خراج تحسین پیش کرتی رہے گی اور عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چراغ روشن ہوتے رہیں گے۔ اس ملک کی تاریخ گواہ ہے کہ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک اس میں جو بھی تحریک بالخصوص اسلام کی تحریک چلی تو اس میں قائدین اہلسنّت، عوام اور شہدا تحریک ختم نبوت کو تاابد خراج تحسین پیش کرتی رہے گی اور عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چراغ روشن ہوتے رہیں گے۔ اس ملک کی تاریخ گواہ ہے کہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک اس میں جو بھی تحریک بالخصوص اسلام کی تحریک چلی تو اس میں قائدین اہل سنّت، عوام، مشائخِ اہلسنّت، اکابرینِ اہلسنّت نے اپنے خون سے اسے سینچا۔ 1940ء کی بنارس سنی کانفرنس جس کے ذریعہ اس ملک کی بنیاد سے دستبردار ہونے والوں اور مخالفین کو یہ پیغام دیا گیا کہ عوام اہلسنّت خود قیادت کرے گی اور پاکستان کی بنیاد رکھے گی۔ یوں یہ ملک بن گیا اس ملک کی نوّے فیصد اکثریتی فقہ حنفی سنی عوام نے ہر آڑے وقت میں ملک کے لیے تن من دھن کی بازی لگائی۔ تحریک پاکستان سے لے کر تحریک ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک ہر وقت قائدینِ اہلسنّت پیش پیش رہے جنہوں نے نہ صرف قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں بلکہ اپنی جانوں کے نذرانے بھی دیے۔ قائدین اور عوام اہلسنّت کے لیے قید و بند کی صعوبتیں، جیلیں، کوڑے، سختیاں، مصیبتیں جوتے کی نوک پر رہتی ہیں جبکہ عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہمیشہ اپنے سروں کا تاج بنائے رکھتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ 29 مئی سے لے کر 7 ستمبر 1974ء کے 102 دن قائدین اہلسنّت کی قیادت میں عوام اہلسنّت کے دلوں میں راج کرتے رہے۔ پورے ملک میں قائدین مولانا

شاہ احمد نورانی صدیقی، مجاہد ملت عبدالستار خاں نیازی، غزالئ زماں سید احمد سعید شاہ کاظمی، صاحبزادہ فضل کریم، سید جمال الدین کاظمی، حاجی حنیف طیب، عبدالمصطفیٰ ازہری، مفتی عبدالقیوم ہزاروی، سید حسین الدین، ظہور الحسن بھوپالی، خواجہ حمید الدین سیالوی، رفیق باجوہ ایڈووکیٹ مرحوم، حافظ تقی مرحوم، علامہ ابوالحسنات سید محمد شاہ قادری، عبد الحامد بدایونی، شاہ عارف اللہ قادری، مفتی مختار احمد گجراتی، مولانا ضیاء اللہ قادری، سید زاہد علی شاہ، مولانا غلام فرید، مولانا مشتاق احمد چشتی، حافظ الحدیث احسان الحق، مولانا معین الدین قادری، مولانا عبدالقادر شہید، مولانا محمد افضل کوٹلوی، علامہ صفدر علی رضوی، مولانا شیر محمد سیالوی، ملک محمد سلیمان، ماسٹر خوشی محمد انصاری، رشید احمد نوری، محمد اشرف شاکر قادری، میاں اعجاز احمد قادری، صاحبزادہ سید افتخار الحسن، مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا اقبال چراغوی، سید حبیب الرحمٰن شاہ سابق جج شرعی عدالت کشمیر، سید محفوظ الحق شاہ، سید زبیر شاہ چکوال، مفتی عبدالرحیم سانگھڑ، مولانا ولی النبی مردان، مولانا حسن علی میلسی، قاری محمد طیب جھنگ، مرات علی شاہ، خان محمد جمشید خان، مولانا پیر محمد پشاور، سید محمود احمد رضوی، سید شمس الزماں، سید عبدالغفور شاہ، مفتی اسرار الحق، سید جلال الدین شاہ، حافظ عبدالحمید نقشبندی، مولانا محمد عارف الرشید جامی، علامہ عطاء محمد بندیالوی، مولانا غلام رسول رضوی، مولانا عبدالتواب اچھروی، شاہ تراب الحق قادری کراچی، علامہ اقبال احمد فاروقی، حکیم محمد موسیٰ، مولانا اکبر ساقی، قاری علی اکبر نعیمی، سید برکات احمد شاہ، سید محمد یعقوب احمد شاہ، مولانا ابوداؤد صادق، یہ وہ چند نام ہیں جو اس تحریک کے نامور ستارے ہیں جبکہ تفصیل کے لیے دفتر درکار ہے۔
قائدین اہلسنّت کی قیادت میں یہ تحریک کراچی تا خیبر، گوادر تا کشمیر، شمالی اور قبائلی علاقہ جات میں چلی کیونکہ اسلامیانِ پاکستان نے یہ عہد کیا تھا ''قادیان'' کے گند کو صاف کرنے کے لیے اب سردھڑ کی بازی لگانی ہے چاہے اس کے لیے کتنی ہی قیمت چکانی پڑے۔ اس تحریک میں اسلامیانِ پاکستان نے جس طرح دامے، درمے، سخنے، قدمے، جہاں بھی جیسے

بھی حصہ لیا وہ تا قیامت قابلِ رشک ہے۔ ملک کے تمام آستانوں کے سجادہ نشین اپنے مریدین اور متوسلین کے ہمراہ اس تحریک میں پیش پیش رہے۔ عوام اہلسنّت نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ جیلیں برداشت کیں مگر عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاطر پیچھے نہیں ہٹے بالآخر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوا کر اپنی منزل حاصل کر لی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سچے اُمتی ہونے کا ثبوت دے کر آخرت کی شفاعت کا سامان کر لیا۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لیے نہ جانے اس ملک میں کن کن افراد نے کس کس طرح حصہ لیا۔ کچھ تو وہ ہیں جنہیں کیمرے کی آنکھ نے، کاغذ کی تحریر نے اور ریکارڈنگ نے زبان کی حرارت کو محفوظ کیا لیکن ہزاروں ایسے پروانے ہیں جو ختم نبوت پر قربان ہوئے۔ قابل رشک ہیں۔ بالآخر شرعی، اخلاقی اور قانونی طور پر 7 ستمبر 1974ء کے دن اللہ جل شانہٗ کی نصرت اور تاجدار ختم نبوت، حضور شافع یوم نشور، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کے طفیل دنیا و آخرت میں سرخرو ہو گئے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی چوکھٹ پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

❁❁❁❁❁

صلی اللہ علی حبیبہ
سیدنا محمد وآلہٖ وسلم